© rasailojaraid.com

جاؤ گے۔" حاضرین کو اس لطیفے پر دل میں ہنسی آئی کہ آیا تھا اُس کی زندگی کی فکر میں، خود اپنی موت کی بشارت لے چلا۔ پھر حاضرین سے خطاب کر کے فرمانے لگے کہ دیکھو عجیب بات ہے ایک مسلمان قید خانے سے چھوٹتا ہے اس کو ناگوار ہے کہ کیوں چھوٹتا ہے"۔ وہ کہنے لگا کہ "حضرت وہ مجھ کو روٹی پکا کر دیتی تھی"۔ آپ نے فرمایا "کیا وہ تمہارے ساتھ روٹی پکاتی ہوئی پیدا ہوئی تھی؟"

ایک مولوی صاحب نے ایک دن پوچھا کہ حدیث ہے اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے) اس سے تو فقیر پر مالدار کو ترجیح نکلتی ہے۔ فوراً ارشاد فرمایا کہ ید علیا اس لئے افضل ٹھہرا کہ مال کو علیحدہ کر کے فقیر بنتا ہے اور ید سفلی اس لئے مفضول ہوا کہ مال لے کر غنی بنتا ہے۔

ایک دن ایک فقیر صدا دیتا تھا کہ "مافی قلبی غیر اللہ" (میرے دل میں خدا کے سوا کچھ نہیں ہے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ما نافیہ نہیں ہے ما موصولہ ہے (یعنی جو کچھ میرے دل میں ہے وہ خدا کے سوا ہے) اگر نفی کا ما ہوتا تو یہ کبھی سوال نہ کرتا۔

ایک بار حضرت یہ بیان فرما رہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے اور حاضرین پر خاص اثر تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کا ایک ہاتھ گل رہا تھا اور سخت تکلیف تھی۔ عرض کیا کہ حضرت سخت مصیبت میں گرفتار ہوں ایک سال ہوا ایک شخص نے لڑائی میں دانت سے کاٹ لیا تھا اس کا زہر پھیل گیا، للہ دعا کیجئے کہ اس سے نجات ہو۔ اس وقت مولانا اشرف علی تھانوی حاضر تھے فرماتے ہیں کہ مجھے وسوسہ پیدا ہوا کہ اس وقت حضرت کیا کریں گے۔ اگر دعا کی تو اس بیان کے موافق اس دعا کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نعمت کو زائل کر دیجئے کیونکہ بلا بھی نعمت ہوتی ہے اور اگر دعا نہ کی تو ایک امیدوار کا نا امید کرنا ہے اور پھر یہ کہ شیخ جامع کو درجۂ طالب پر تنزل کرنا چاہئے نہ کہ اس کو اپنے درجے پر آنے کا مکلف کرے۔ غرض میں سخت حیرت میں تھا کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھائیو اس کے لئے دعا کرو اور ہاتھ اٹھا کر پکار کر دعا کی مضمون دعا یہ تھا "کہ یا الٰہی ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی نعمت ہے مگر ہم اپنے ضعف سے اس نعمت کا تحمل نہیں کر سکتے اس لئے التجا ہے کہ آپ اس نعمت کو مبدّل بہ نعمت صحت فرما دیجئے"۔

میں اس مضمون کو سن کر دنگ رہ گیا کہ ان حضرات کو کون بتلا دے خود قلب میں سے امواج علوم و معارف جوش زن ہوتے ہیں۔

کسی شخص نے حضرت کی طرف سے جعلی خط بنا کر کسی امیر سے کچھ روپیہ وصول کر لیا تھا کسی نے حضرت سے مشورۃً عرض کیا کہ ایسے شخص کو تنبیہ ہونا چاہئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "بھائی مجھ سے دین کا تو کسی کو نفع نہیں ہوا اگر میرے ذریعے سے یہ مکر دار دنیا ہی کسی کو حاصل ہو جاوے تو مجھ کو حق تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس میں بھی بخل اور اس سے بھی دریغ کر دوں"۔

یہ ایک ایسی بابرکت ہستی کے مختصر سے حالات و ملفوظات ہیں جس کی زندگی سوز و گداز وجد و شوق، محبت اور محبوبیت کا کامل و اکمل نمونہ تھی اور جس کے پروانے آج بھی ہندستان ہی میں نہیں بیرونی ممالک میں بھی اپنے دلوں کو اُس کی یاد سے گرمائے ہوئے ہیں۔

(بشکریہ آل انڈیا ریڈیو)

فہرست کتب

اور

ادارہ کے قواعد و ضوابط مفت طلب فرمائیے

ندوۃ المصنفین دہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدراس میں نو دن

(۳)

سعید احمد اکبر آبادی

مدرسۃ الباقیات الصالحات یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر مدرسہ الباقیات الصالحات ہے۔ وہاں پہنچنے کے مقررہ وقت سے تاخیر ہو رہی تھی۔ اور حضرت مکان میں ایک دو مرتبہ فون بھی آ چکا تھا۔ اس لیے بعجلت ممکنہ مدرسہ پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ پر ہی حضرات اساتذہ اور طلبا بے چینی سے کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ یہ مدرسہ جس کو اپنے عہد کے ایک نامور عالم اور بزرگ مولانا شاہ عبدالوہاب القادری المتوفی ۱۳۳۷ھ نے حجاز مقدس کے سفر سے واپس آنے کے بعد ۱۳۰۱ھ میں قائم کیا تھا۔ جنوبی ہند کی ایک مشہور و معروف درسگاہ ہے۔ میں نے بھی شہرت بہت سنی تھی لیکن اس وقت اسے دیکھا تو اندازۂ خیال سے زیادہ پایا۔ ٹیپ ٹاپ وسیع و کشادہ اور شاندار عمارتیں جن میں ایک عظیم الشان مسجد، دو بورڈنگ ہاؤس۔ کتب خانہ۔ درس گاہیں وغیرہا سب شامل۔ درمیان میں ایک حسین وجمیل کشادہ میدان جس کی پھول پھلواری ارباب مدرسہ کے حسن وذوق کی دلیل۔ تین سو کے لگ بھگ طلبہ۔ ڈیڑھ درجن کے قریب اساتذہ۔ سب کے سب صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس چاق وچوبند اور چست۔ بچوں کے لیے اردو اور فارسی کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام! عربی کے نصاب میں فنون عربیت۔ علوم اسلامیہ دینیہ اور علوم عقلیہ یہاں تک کہ انگریزی بھی سب شامل۔ یہ نصاب نو برس کا ہے۔ سات برس "عالم" کے اور دو برس "مولوی فاضل" کے! کتاب خانہ درسی کتابوں کے علاوہ تفسیر وحدیث تاریخ وفقہ۔ اور عربی زبان وادب میں کتابوں کی ایک بڑی تعداد پر بھی مشتمل۔ دار المطالعہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عربی اور اردو کے مجلات و رسائل کا اہتمام۔ اساتذہ اور طلباء میں درس و مطالعہ کے علاوہ لکھنے پڑھنے کا ذوق بھی خاصہ۔ غرض کہ مدرسہ ظاہری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے ایک بلند پایہ اور ترقی یافتہ مدرسہ ہے۔ اس کے اخراجات کا دارومدار زیادہ تر اوقاف پر ہے۔ جو اسی کے لیے مخصوص ہیں۔ لیکن آیندہ کے منصوبوں کی تکمیل صرف اسی آمدنی سے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ارباب خیر کو ادھر بھی متوجہ ہونا چاہیے۔

اس وقت دوپہر کے سوا یا ساڑھے بارہ بجے کا عمل ہوگا لیکن اس کے باوجود ایک طویل میز پر قسم قسم کی مٹھائیوں اور نوع بنوع پھلوں کے انبار لگا دیے گیے۔ اب مجھے پھر وہی ابتلا پیش آیا جو ابھی آدھ گھنٹے پہلے مدرسہ لطیفیہ میں پیش آیا تھا۔ ہر چند عذر معذرت کی لیکن ادھر از راہ کرم اصرار ہوتا ہی رہا تو میں نے عرض کیا "اچھا! تو پھر میرے حصہ کی سب چیزیں ایک لفافہ میں دیدیجیے کھانے کے وقت تناول کر لوں گا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جلسہ، سپاسنامہ اور تقریر | اس سے فراغت کے بعد ایک وسیع ہال میں جلسہ کا اہتمام تھا مولانا شیخ حسن نے صدارت کی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد ایک وسیع و عریض سنہری فریم میں جڑا ہوا سپاسنامہ اردو زبان میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں خاکسار (راقم الحروف) کی نسبت اخلاص و محبت کے جن جذبات کا اظہار کیا گیا تھا ان کو صرف خدا کی دین سمجھنا چاہیے۔ اور اس لیے پہلے اللہ تعالیٰ کا اور پھر مدرسہ کے حضرات اساتذہ اور طلباء کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اس کے بعد میری تقریر عربی مدارس کی اہمیت اور نصاب میں تبدیلی کی ضرورت وغیرہ پر چالیس پینتالیس منٹ ہوئی ہوگی اس مدرسہ کے اساتذہ میں مولانا محمد صبغۃ اللہ صاحب بختیاری میرے خواجہ تاش اور دیرینہ دوست ہیں۔ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ اردو زبان کے شاعر شیوہ بیان اور خوش گفتار خطیب و ادیب بھی ہیں۔ اور اب آج کل تو تصوف کا اس قدر شدید غلبہ ہے کہ صورت شکل اور وضع قطع بھی کسی تکیہ کے شاہ جی کی سی بنالی ہے۔ میرے دل میں مولانا کی اس وضعداری کی بڑی قدر ہے کہ میں جانتا ہوں۔ مولانا کو میرے بعض افکار و خیالات سے شدید اختلاف ہے۔ چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برہان میں میرے بعض مضامین کے خلاف احتجاجی خطوط انھوں نے کبھی مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم کو اور کبھی مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کو لکھے بھی ہیں۔ لیکن با اینہمہ مجھ سے ملتے ہیں تو کسی مسئلہ پر بحث نہیں کرتے اور پھر کیا مجال میل ملاپ اور دوستانہ برتاؤ میں ذرا بھی فرق آجائے۔

<u>جامعہ دارالسلام عمرآباد</u> | جلسہ کے ختم ہونے کے بعد فوراً عمرآباد کے لیے روانہ ہوگئے کیونکہ لنچ وہیں کھانا تھا اور اس میں تاخیر ہو رہی تھی۔ ویلور اور عمرآباد میں ساٹھ ستر میل کا فاصلہ ہوگا۔ ڈیڑھ بجے کا عمل ہوگا کہ جامعہ دارالسلام کے مہتمم جناب کاکا محمد عمر صاحب کے دولت کدہ (رسماً نہیں بلکہ حقیقتاً) پر کار رکی۔ موصوف الحاج کاکا محمد عمر صاحب مرحوم بانی جامعہ کے پوتے ہیں کاکا محمد عمر مرحوم اور ملا آل عبدالکریم دونوں مدراس میں چمڑے کے کاروبار کی مشہور کمپنی جو روشن کمپنی کے نام سے معروف تھی۔ اس کے پروپرائٹر اور اعلیٰ اخلاق وصفات کے دین دار مسلمان تھے۔ الحاج کاکا محمد عمر مرحوم نے پورے ہندوستان کی اور حجاز مقدس کے مشہور مقامات کی سیر و سیاحت کی تھی۔ ہر جگہ کے علما کی صحبت اٹھائی تھی۔ اور بعض سے اچھے خاصے روابط اور تعلقات تھے۔ انھوں نے سیر و سیاحت کے دوران ایک ایسے مدرسہ کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جس میں عربی فارسی اور اسلامی علوم و فنون کے ساتھ تاریخ، جغرافیہ، ریاضیات اور انگریزی کی بھی تعلیم باقاعدہ دی جائے چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر دسمبر ۱۹۲۴ء میں انھوں نے اپنے رفیق کار کے تعاون سے جامعہ کی تاسیس کی ۱۹۲۶ء میں جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے بڑے بیٹے الحاج کاکا اسمٰعیل مرحوم جامعہ کے نگراں ہوئے۔ اور اب آج کل مرحوم کے فرزند یعنی کاکا رشید احمد۔ کاکا عمر۔ اور کاکا سعید تینوں ہی مدرسہ کی نگرانی اور اس کے نظم و نسق کی خدمت بڑی دلچسپی اور شوق سے انجام دے رہے ہیں لیکن کاکا محمد عمر جو سب سے زیادہ تندرست چست اور متحرک ہیں بالارادہ ہیں مہتمم ہیں۔ اور کاکا سعید صاحب نائب مہتمم۔ اس مدرسہ سے اب تک متعدد حضرات ایسے فارغ التحصیل ہوکر نکل چکے ہیں جو اب اسلامی اور دینی علوم و فنون کے ساتھ انگریزی اور علوم جدیدہ کے بھی بڑے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاضل اور ڈگری یافتہ ہیں اور جنھوں نے اپنی اس خصوصیت سے ملت کو بڑا فائدہ پہنچایا اور پہنچا رہے ہیں سنہ [illegible]ء میں مدرسہ کا الحاق مدراس یونیورسٹی سے ہوا۔ یہاں کے طلبا ریونیورسٹی کے تینوں امتحانات افضل العلماء (عربی) منشی فاضل (فارسی) اور ادیب فاضل (اردو) کے امتحانات میں شریک ہو کر نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ ان تینوں امتحانات کا کورس پانچ برس پر مشتمل ہے۔ ایک سال کی تعلیم کے بعد ہائی اسکول۔ دو برس کے بعد پری منری اور پھر دو برس کے بعد فائنل کے امتحان میں شریک ہونا ہوتا ہے عربی کے امتحان کی زبان عربی ہے۔ اسی طرح فارسی کے امتحان کی فارسی اور اردو کے امتحان کی اردو ہے۔ قدیم وجدید کا سنگم ہونے کے علاوہ اس مدرسہ کی ایک خصوصیت جو میرے نزدیک اس زمانہ میں بہت اہم ہے یہ ہے کہ یہ مدرسہ ایک ایسا میکدۂ علم و فن ہے جس کے اساتذہ اور طلبا میں اہلحدیث کے علاوہ فقہ کے ہر مسلک و مذہب کے لوگ موجود ہیں اور وہ سب باہم صلح و آشتی اور محبت و یگانگت کے ساتھ رہتے ہیں۔ اساتذہ کرام جو اپنے فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اس بات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ طلبا عصر حاضر کے مسائل اور ضرورتوں سے باخبر رہیں۔ مدرسہ کی عمارات، مدرسہ الباقیات الصالحات کی عمارتوں کی طرح پختہ وسیع و کشادہ اور شاندار ہیں اور علی الخصوص مناظر کے اعتبار سے مجھے اگر جائے وقوع تو اس درجہ جاذب اور پرکشش ہے کہ اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو میں تین چار دن وہاں قیام کرتا اور لکھنے پڑھنے کا کام کرتا۔

کاکا محمد عمر صاحب اور ان کے دونوں بھائی جامعہ کے حدود کے اندر ہی الگ الگ اپنے مکان میں رہتے ہیں۔ ہر مکان نئے ڈیزائن کا پختہ اور ماڈرن ٹائپ کا، عمدہ قسم کے ضروری سازوسامان اور فرنیچر سے آراستہ! اس وقت ہمارے میزبان کاکا محمد عمر صاحب تھے۔ لنچ کا وقت ہوئے دیر ہو گئی تھی اس لیے ہمارے پہنچتے ہی دستر خوان بچھ گیا۔ اعلیٰ قسم کے مرغ و ماہی کے سالنوں کے ساتھ ترکاریوں پھلوں اور حلووں کا ہجوم! ادھر اشتہا صادق! پھر تکلف کیا ہو سکتا تھا۔ محترم میزبان میرے معمولات سے واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے ایک الگ کمرے میں قیلولہ کا انتظام کر رکھا تھا کم وبیش ایک گھنٹہ قیلولہ کرنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کی۔ اب پروگرام کے مطابق جلسہ کا وقت ہو چکا تھا۔ ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسیع ہال میں اجتماع ہوا۔ حضرات اساتذہ اور طلبا سب ہی موجود تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد پہلے ایک فاضل استاد جن کا نام غالباً مولانا محمد حفیظ اللہ تھا۔ انھوں نے ایک تعارفی تقریر کی۔ اس تقریر میں از راہ مسافر نوازی انھوں نے حد سے زیادہ گرم گستری کا اظہار فرمایا جس کو سن کر "غریب شہر" عرق انفعال میں غرق ہوگیا۔ اس کے بعد میری تقریر ہوئی۔ ارادہ تھا کہ جامعہ کے سہ گانہ خصوصیات میں سے ہر ایک پر گفتگو کرکے موجودہ زمانہ میں اس کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالوں گا لیکن ابھی جامعہ کی ایک خصوصیت یعنی مسلک میں وسعت اور دوسرے مسالک کے ساتھ رواداری اور احترام کا معاملہ! اس پر ہی تدوین فقہ کی تاریخ اور فقہا کے باہم اختلاف کی حقیقت کے پس منظر میں گفتگو کر سکا تھا کہ پورا ایک گھنٹہ ہوگیا اور خیال یہ ہوا کہ مغرب کی نماز کا وقت قریب ہے۔ اس لیے تقریر یکایک ختم کردی جس کے باعث حضرات اساتذہ اور طلبا کو قدرے شکایت کا موقع بھی پیدا ہوا۔ بہر حال یہ چند گھنٹے بہت خوب گذرے طبیعت بے حد محظوظ ہوئی۔ مدرسہ الباقیات الصالحات اور جامعۂ دار السلام کے اساتذہ، طلبا اور دوسرے کارکن حضرات نے جس غیر معمولی اخلاص و محبت کا برتاؤ کیا ہے اسکے لیے ناچیز سراپا تشکر و امتنان ہے۔ فجزاہم اللہ عنی احسن الجزاء۔

امبور میں | مغرب کی نماز ادا کرکے ہم امبور کے لیے روانہ ہوئے۔ ویلور سے اس کی مسافت پانچ چھ میل ہوگی۔ امبور کی حیثیت ایک قصبہ کی سی ہے۔ سطح سمندر سے اس کی اونچائی بھی زیادہ ہے اسکے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا منظر کسی ایک پہاڑی مقام جیسا ہے اس بنا پر نسبتاً موسم بھی خنک تھا۔ مدراس کے اکثر بڑے مسلمان صنعت کار اصلاً اسی جگہ کے رہنے والے ہیں۔ اور اس لیے چھوٹی سی جگہ ہونے کے باوجود یہاں ان کے اور ان کے اہل خاندان کے شاندار مکانات ہیں اور ان کی وجہ سے مساجد مکاتب اور اسکول بھی اچھے اچھے۔ چنانچہ الحاج ٹی عبد الواحد صاحب اور ان کے تمام اعزا اور اقربا کے بڑے بڑے اور عالی شان مکانات بھی یہیں ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ مسلسل اور یک رویہ یعنی مکان در مکان ہیں۔ امبور میں واحد صاحب کی ہمشیرۂ محترمہ کے مہمان ہوئے۔ خاطر تواضع اور تکلفات گوناگوں میں بہن بھائی سے کیوں کم ہونے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوش وخرم رکھے۔ راحت رسانی میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ امبور میں حکیم فضل الرحمٰن صاحب سواتی ایک دیرینہ کرم فرما بزرگ ہیں۔ سر سید کی آنکھیں دیکھے اور اکابر ملت کی صحبت اٹھائے ہوئے ہیں۔ برہان اور ندوۃ المصنفین کے شروع سے قدرداں ہیں۔ برہان میں انکے دو ایک مضمون چھپے بھی ہیں۔ یہاں ان کی خدمت میں حاضری کا ارادہ پکا تھا لیکن معلوم ہوا کہ عمر نوے (۹۰) سے اوپر پہنچ گئی ہے۔ ہوش وحواس معطل ہیں کسی کو پہچانتے نہیں اور رات بھی کافی ہو چکی تھی۔ ان کے صاحبزادے سے ملاقات مدراس میں ہو ہی چکی تھی۔ اس لیے ارادہ ملتوی کر دیا اور دل سے دعا کی کہ خدا ان کی مشکل آسان کرے۔

ختم سفر | دوسرے دن یعنی ۲۲ر جولائی کو ناشتہ کے بعد ہم تینوں امبور سے روانہ ہوئے اس وقت آٹھ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ اور ۱۲½ بجے کے قریب یعنی چار گھنٹہ میں مدراس میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ آج جمعہ کا دن تھا۔ اس لیے پہلے نماز پڑھی۔ پھر کھانا کھا کر کچھ دیر قیلولہ کیا۔ جہاز پونے چار بجے اڑ رہا تھا۔ بیس پچیس منٹ پہلے طیران گاہ پہنچ گئے تھے۔ عبدالواحد صاحب کے صاحبزادہ میاں محمد رفیق۔ جناب حبیب اللہ صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کوکن نے از راہِ کرم وعنایت ہوائی اڈہ تک مشایعت کی۔ عبدالواحد صاحب بھی آ رہے تھے لیکن چوں کہ ابھی کچھ دیر پہلے کھانا کھایا تھا۔ اس لیے میں نے باصرار ان سے حسب عادت قیلولہ اور آرام کرنے کی درخواست کی اور وہ رک گئے۔ جہاز ٹھیک وقت پر روانہ ہوا اور دو گھنٹہ کے بعد میں دہلی میں موجود تھا۔

شکریہ | روداد سفر ختم ہو گئی تو اب میں سب سے پہلے جناب الحاج ٹی۔ عبدالواحد صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے از راہ کرم وعنایت اولاً لکچروں کی دعوت دے کر میری عزت افزائی کی اور پھر مدراس میں قیام کے دنوں میں راحت رسانی اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس کے بعد میں بے حد شکر گذار ہوں جناب حبیب اللہ صاحب کا یا موصوف کے والد ماجد مرحوم مولانا محمد قاسم صاحب ایک بلند پایہ اور با اثر عالم تھے جو امبور میں رہتے تھے۔

© rasailojaraid.com